# اِسلامی ریاست

## اسلامی معاشرہ اور اسلامی قومیت

مولانا امین احسن اصلاحی

اخوت اور بھائی چارگی کی اس عمارت میں جتنی اینٹیں بھی لگائی گئیں۔ سب پر اسلام کا چھاپ تھا۔ کسی غیر اسلامی روڑے یا پتھر کے لیے اس میں کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔

"مسلمان ایک مسلمان کے لیے ایسا ہی ہے جیسے ایک دیوار جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کو تقویت پہنچاتی ہے۔" (حدیث)

اس پورے اسلامی معاشرہ کو ایک جسم سے تشبیہ دی گئی اور اس کے تشکیل کرنے والے اجزاء کو اس جسم کے اعضا کی حیثیت دی گئی جو اس جسم کے تمام احساسات میں برابر کے شریک ہیں۔

"مسلمانوں کی مثال آپس کی محبت، آپس کی دردمندی اور آپس کی ہمدردی میں ایسی ہے جیسے ایک جسم ہو کہ اس کے اگر کسی ایک عضو میں بھی کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے" (حدیث)

اس معاشرہ اور اس قومیت نے جب ایک ریاست کی شکل اختیار کی تو ان لوگوں کے لیے جن کو اس کے اندر مکمل شہریت کے حقوق حاصل ہوئے۔ مسلم کا لفظ استعمال ہوا۔ مسلم کا لفظ قرآن اور حدیث میں دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ایک خدا اور رسول کے کامل فرمانبردار کے معنی میں دوسرے ایک اسلامی ریاست کے شہری کے لیے۔ عام اس سے کہ وہ صرف ظاہر میں اسلام کو مانتا ہے یا دل سے بھی اس کو مانتا ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہمارے طریقہ پر نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو وہ مسلم (اسلامی ریاست کا شہری) ہے جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ قائم ہو چکا ہے تو اللہ کے ساتھ اس کی دی ہوئی ضمانت میں دغابازی نہ کرو۔"

(بخاری باب فضل استقبال القبلہ)

میمون بن سیاہ نے انس بن مالک سے پوچھا کہ اے ابوحمزہ آدمی کے جان و مال کو کیا چیز محترم بناتی ہے؟
انھوں نے جواب دیا کہ جو شخص لا الٰہ الا اللّٰہ کی گواہی دے، ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرے،
ہمارے طریقہ پر نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلم (اسلامی ریاست کا شہری) ہے۔ اس کو مسلمانوں
کے حقوق حاصل ہوں گے اور اس پر مسلمانوں کی سی ذمہ داریاں ہوں گی۔ (بخاری باب مذکور)

اس اسلامی ریاست میں ایک مسلم کا تو یہ درجہ قرار پایا کہ اگر وہ حکومت کا صدر یا خلیفہ بن جائے تو خواہ کسی ذات برادری، کسی نسل و نسب، اور کسی ملک وطن سے تعلق رکھتا ہو۔ معروف میں اس کی اطاعت واجب ہوگئی۔ برعکس اس کے ایک غیر مسلم کو یہ حیثیت کسی حال میں بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔ فرمایا:

"سنو اور مانو اگرچہ تمہارے اوپر ایک حبشی غلام بھی امیر بنا دیا جائے جس کا سر منقی جیسا ہو۔"

**اسلام کے بنائے قومیت ہونے کا راز** ان واضح اور قطعی دلائل کے بعد کسی شخص کے لیے یہ کہنے کی گنجائش تو باقی نہیں رہتی کہ اسلام میں قومیت کی بنیاد اسلام کے سوا کوئی اور چیز ہے۔ البتہ ایک خام ذہن میں یہ شبہ ممکن ہے پیدا ہو کہ یہ اسی طرح کا ایک مذہبی تعصب ہے جیسا کہ ہر مذہب کے ماننے والوں کے اندر ہوتا ہے کہ وہ کسی ایسے نظام اجتماعی کا تصور نہیں کرسکتے جس میں ان سے مختلف عقیدہ و مسلک رکھنے والے بھی مساوی حیثیت سے حصہ دار ہوسکیں۔ اس زمانہ میں چونکہ مذہب اور سیاست کی علیحدگی کا تصور ذہنوں پر پوری طرح مستولی ہوچکا ہے اس وجہ سے نہ صرف غیر مسلم بلکہ بہت سے مسلمان بھی اس غلط فہمی کا شکار رہیں۔ اس سبب سے ضروری ہے کہ ہم اس کے اصلی اسباب واضح کردیں۔ ہمارے نزدیک اس کے خاص سبب تین ہیں۔

ایک سبب اس کا یہ ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں دین اور دنیا یا مذہب اور سیاست کا الگ الگ کوئی تصور نہیں ہے اس نے ہماری زندگی کے کسی گوشہ کو بھی، خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی آزاد نہیں چھوڑا ہے۔ اس نے جس طرح ہماری شخصی زندگی سے متعلق احکام دئے ہیں اسی طرح ہماری اجتماعی اور سیاسی زندگی سے متعلق بھی احکام دئے ہیں اور خاص شرائط کے پیدا ہوجانے کے بعد ان کی تعمیل کا بھی اسی طرح مطالبہ کیا ہے جس طرح شخصی زندگی سے متعلق احکام و قوانین کی تعمیل کا مطالبہ کیا ہے۔ ایک ایسا

مذہب جس کا مزاج اس طرح کا ہمہ گیر اور کلیت پسند ہو اس کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ قومیت کی اساس اپنے سوا کسی اور چیز کو بننے دے۔ اگر اجتماعی زندگی کی تشکیل کسی اور اصول پر ہو جائے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ قوم کا اجتماعی وجود ان احکام سے بغاوت کرے جو اسلام نے اجتماعی زندگی سے متعلق دیئے ہیں۔

اس کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اسلام انسانوں اور انسانوں کے درمیان عقائد اور اصول کے اختلاف کے سوا ہر اختلاف کو غیر عقلی اور غیر فطری قرار دیتا ہے۔ وہ اس بات کو بالکل احمقانہ قرار دیتا ہے کہ ایک ہی آدم کی اولاد میں محض اس بنا پر فرق کیا جائے کہ ایک شخص کالا ہے، دوسرا گورا ہے، ایک شخص جرمن نسب سے تعلق رکھتا ہے دوسرا اطالوی نسب سے۔ ایک شخص ترکی بولتا ہے، دوسرا عربی بولتا ہے یا ایک شخص ایک خاص سرزمین پر پیدا ہوا ہے اور دوسرا اس سرزمین پر نہیں پیدا ہوا ہے۔ آخر ایک ہی آدم و حوا کی اولاد میں، ایک ہی سے عقلی اور فطری مطالبات رکھنے والوں میں، ایک ہی سے میلانات و جذبات کے حاملوں میں اور ایک ہی سے انفرادی و اجتماعی تقاضے محسوس کرنے والوں میں محض ایسے ظواہر کی بنا پر کیوں فرق کیا جائے جو یا تو اتفاقی ہیں یا جن کا تعلق محض آب و ہوا سے ہے؟ انسان کی اصلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے اندر ایک عقلی ہستی رکھتا ہے اور فاطر کی طرف سے ایک خاص فطرت لے کر آیا ہے۔ اسلام کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ انسان کی عقل و فطرت کا بالکل صحیح مظہر ہے، اس وجہ سے جو لوگ اس کو مانتے ہیں ان کو تو وہ صراط مستقیم پر قرار دیتا ہے اور جو لوگ اس کو نہیں مانتے ان کو صراط مستقیم سے منحرف قرار دیتا ہے۔ ان کے متعلق اسلام کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنی عقل اور اپنی فطرت کے باغی اور اپنی خواہشات اور اپنے تعصبات کے پیرو ہیں اس وجہ سے اسلام ان تمام لوگوں کو تو بلا لحاظ نسل و نسب اور بلا امتیاز زبان و وطن باہم دگر جوڑتا ہے جو اسلام کو بحیثیت ایک نظام زندگی کے تسلیم کرتے ہیں اور ان لوگوں کو اس قومیت سے الگ رکھتا ہے جو اسلام کو نہیں مانتے۔ اسلام انسانوں اور انسانوں کے درمیان صرف اسی ایک تفریق کو صحیح اور عقلی قرار دیتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری بنیادوں پر وہ ہر جمع بالتفریق کو ناجائز قرار دیتا ہے۔

اس کا تیسرا سبب یہ ہے کہ قومیت کے جو معروف عوامل ہیں یعنی نسب یا وطن وغیرہ ان کے جو فطری حقوق ہیں وہ تو، جیسا کہ اوپر ہم بیان کر چکے ہیں، اسلام نے بہتر سے بہتر طریقے پر خود پورے کر دیے ہیں۔ وہ سارے حقوق خود اسلام کا جزبن چکے ہیں اور ایک سچے مسلمان کے لیے ان کا ادا کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح روزے نماز کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اب اس سے زیادہ جو لوگ ان چیزوں کو اہمیت دینا چاہتے ہیں یا دیتے ہیں وہ درحقیقت نسل یا وطن کے کسی فطری تقاضے کو نہیں پورا کر رہے ہیں بلکہ وہ ان کو وہ حقوق دینا چاہتے ہیں جو ان کے نہیں ہیں بلکہ خدا کے لیے خاص ہیں۔ ان چیزوں کو قومیت کی بنیاد تسلیم کر لینے سے نوع انسانی مختلف گروہوں اور ٹولیوں میں بلا کسی سبب معقول کے تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس کے اندر تعصبات اور جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں، عداوتیں اور دشمنیاں ہوتی ہیں۔ ہر قوم کی قومیت اور اس کی وطن دوستی کا یہ لازمی تقاضا بن جاتا ہے کہ وہ دوسری قوم سے لڑے ہر نسل اس بات کو ایک فریضۂ قومی سمجھتی ہے کہ وہ دوسری نسل پر اپنا تفوق جتائے۔ ہر زبان کے بولنے والے اپنا یہ پیدائشی حق جتاتے ہیں کہ ان کو ایک الگ قوم کی حیثیت سے منظم ہونے کا موقع ملے اور دریا اور پہاڑ کی سرحد فاصل صرف زمین کے دو ٹکڑوں ہی کے درمیان حد فاصل نہیں رہتی ہے بلکہ وہ انسانوں اور انسانوں کے درمیان بھی ایک حد فاصل بن جاتی ہے۔ اسلام ایک امن اور سلامتی کا مذہب ہے، وہ انسانوں کو کاٹنے نہیں بلکہ جوڑنے آیا ہے۔ پھر وہ کس طرح یہ گوارا کر سکتا ہے کہ محض وہمی اور خیالی تعصبات کی بنا پر دنیا میں یہ فساد فی الارض برپا رہے۔ اس وجہ سے وہ انسانیت کی تنظیم کے لیے نہایت اعلیٰ عقلی اور فطری اصول دیتا ہے اور لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ نسل و نسب اور زبان اور وطن کی تمام تنگ نظریوں سے بالاتر ہو کر ان اصولوں پر مجتمع ہوں تاکہ خدا کی زمین پر بے شمار چھوٹی چھوٹی لڑنے والی ٹولیوں کی جگہ ایک ایسا گھرانا آباد ہو جائے جس میں خدا کی ساری مخلوق اور آدم کی پوری نسل سما سکے۔ صرف وہی اس سے الگ رہ جائیں جو نسلی اور وطنی تنگ نظریوں کے مریض اور اپنے مخصوص مفادات کی خاطر انسانیت کے وسیع مفادات کے دشمن ہوں۔

**اسلامی قومیت اور غیر مسلم** | اس تفصیل سے یہ بات آپ سے آپ واضح ہو گئی کہ غیر مسلم اسلامی قومیت کا

کوئی جز نہیں بن سکتے اور ساتھ ہی یہ حقیقت بھی سامنے آگئی کہ اس تفریق کا باعث کوئی مذہبی تعصب نہیں ہے بلکہ اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ وہ قومیت کے ان وسیع تصورات کو جو اسلام پیش کرتا ہے، اپنانے کے بجائے ایسے محدود تصورات پر اصرار کرتے ہیں جن سے امن و سلامتی کے بجائے زمین میں ہمیشہ فساد برپا رہے۔ اسلام ان کو نسل و نسب اور ملک و وطن کی تنگ نالیوں سے نکال کر وحدت اللہ، وحدت آدم اور وحدت فطرت انسانی کے عالمگیر اصولوں پر لانا چاہتا ہے لیکن جب وہ اپنی تنگ نظریوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے تو وہ بجائے اس کے کہ ان کی خاطر اپنے آپ کو ان تنگ نظریوں میں گرفتار کرا دے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر غیر مسلم اسلامی قومیت کا جز نہیں بن سکتے تو ایک اسلامی نظام میں ان کے لیے کون سی جگہ ہے۔ اس سوال کا جواب ہم نے نہایت تفصیل کے ساتھ اس سلسلہ کے ایک دوسرے مبحث میں دیا ہے[1]۔ وہاں ہم نے نہایت وضاحت کے ساتھ بتایا ہے کہ غیر مسلم اگرچہ اسلامی قومیت کا کوئی جز نہیں ہیں لیکن اسلامی نظام میں ان کے لیے نہایت باعزت جگہ محفوظ کر دی گئی ہے۔


## تاریخ اسلام

ہندو پاکستان کے مشہور مورخ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کے قلم سے،
مکمل تین حصوں میں جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک سے لے کر قیام پاکستان تک کی مکمل تاریخ اس طرح بیان کر دی گئی ہے کہ مستشرقین کے پھیلائے ہوئے فتنوں کا خود بخود توڑ ہوتا چلا جاتا ہے۔

قیمت مکمل سیٹ - ۳۶ روپے، تاجروں کو معقول کمیشن دیا جائے گا۔

ملنے کا پتہ: مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان اچھرہ لاہور (سیل ڈپو: چوک مینار انارکلی لاہور)


[1] یہ مبحث ایک رسالہ کی شکل میں چھپ کر "غیر مسلموں کے حقوق" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

## (بقیہ اشارات)

اس لیے فاقہ مست ہیں کہ ان کے ہاں اولاد زیادہ ہوتی ہے اور قدرت کے ذرائع محدود ہونے کی وجہ سے ان کی کفالت نہیں کرسکتے۔ یہ چال بڑی کارگر ثابت ہوئی اور لوگوں نے معاشرے میں دولت کی بہتر اور عادلانہ تقسیم کی طرف توجہ کرنے کی بجائے اولاد کو گھٹانے کے منصوبے بنانے شروع کئے۔

علم معیشت کا اس وقت سب سے اہم مسئلہ پیدائش دولت کا مسئلہ نہیں بلکہ تقسیم دولت کا مسئلہ ہے۔ یہ بات موجب حیرت ہے کہ زمین ہر سال لاکھوں ٹن زائد غلہ اگلتی ہے مگر بے شمار لوگ نان جویں تک سے محتاج رہتے ہیں۔ فراوانی کے اس دور میں کمیابی، دولت و ثروت کے اس عہد میں یہ غربت و افلاس اس بات کا بین ثبوت ہے کہ نقص پیدائش میں نہیں بلکہ تقسیم میں ہے۔

ظاہر بات ہے کہ جب کبھی بہتر اور عادلانہ تقسیم کا سوال پیدا ہوگا تو اس کے ساتھ معاشرے کی تعمیر نو کا مسئلہ بھی خود بخود ابھرے گا۔ سرمایہ داروں کو چونکہ اس حقیقت کا علم ہے کہ لوگوں نے اگر اس نہج پر سوچنا شروع کر دیا تو یہ اُن کی موت ہوگی، اس لیے انھوں نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی ہے کہ عوام کے غیض و غضب کو یا تو خود ان پر الٹا دیا جائے یا اسے قدرت کی طرف لوٹا دیا جائے اور اس طرح خود ان کی عیاشیوں میں فرق نہ آنے پائے۔

دولت کی اس غیر منصفانہ تقسیم پر بے حیا اصرار کے جو برے ثمرات فاشزم اور کمیونزم کی شکل میں یورپ میں پیدا ہو چکے ہیں، کیا اہل پاکستان بھی انہیں سے جھولی بھرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ اس مسئلہ کا صحیح حل یہ ہے کہ ایک حقیقت پسند انسان کی طرح فساد کے اصل مرکز کی طرف توجہ کر کے اُسے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ جبر و استبداد کے یہ سیلاب نہ تو کبھی پہلے ان کمزور فلسفوں کے سہاروں پر رکے ہیں، نہ اب یہ گمراہ کن نظریات انہیں روک سکتے ہیں۔

---

فاقہ مستی سے بچنے کے اُس نسخہ کیمیا نے یورپین اخلاق کو بالکل تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اس سے اباحیت مطلقہ (صنفی انارکی) کو سہارا ملا۔ یورپ کی سرزمین جس میں شہوانی جذبات کو برانگیختہ کرنے والے ہر قسم کے سامان موجود ہیں وہاں اگر کوئی ڈر عورت کو زنا سے باز رکھ سکتا ہے تو وہ حمل کا خوف ہے

قدرت کا یہ پاسباں ہر صنفِ نازک کی عفت و عصمت کی بے مزد حفاظت کرتا ہے۔ ضبطِ تولید کے ذریعہ جب اس خوف کو ختم کر دیا گیا تو پھر صنفی انارکی کا وہ طوفان اٹھا کہ جس کی مثال تاریخ انسانی میں مشکل ہی سے ملتی ہے۔ نکاح کے بندھن بڑی سرعت کے ساتھ ٹوٹنے لگے کیونکہ اب آزاد شہوت رانی کے راستے میں کوئی چیز حائل نہ رہی۔ اور اس طرح دیکھتے دیکھتے یورپ کا ہر ہوٹل، ہر پارک، ہر کوارٹر عصمت فروشی کا اڈہ بن گیا۔

---

اس کے علاوہ جو قومیں ایک دفعہ اس چکر میں گرفتار ہوئیں وہ ہزار کوششوں کے بعد اس سے نجات حاصل نہ کر سکیں۔ ضبطِ تولید کی وجہ سے جرمنی اور فرانس کی آبادی میں معتدبہ کمی ہوگئی۔ یہ چیز ان کے لیے جنگ کی صورت میں بڑی خطرناک تھی۔ چنانچہ اس کو ختم کرنے کے لیے بے شمار تدبیریں عمل میں لائی گئیں غیر شادی شدہ لوگوں پر بھاری ٹیکس عائد کیے گئے، کثیر الاولاد لوگوں کو مختلف قسم کے وظائف دیے جانے لگے۔ مگر ان ساری کوششوں کے بعد بھی حالات کسی طرح سنبھلنے نہ پائے اور یہ چیز ان دونوں اقوام کو لے ڈوبی۔

کیا پاکستان کے اربابِ بست و کشاد اس ملک کو انہیں خطرناک راہوں پر ڈالنے کا تہیہ کر چکے ہیں ایک طرف ان کی سرحد کے اُس پار ایک ایسا معاند ملک ہے جس کی آبادی پاکستان کی آبادی سے چار گنی سے بھی زیادہ ہے۔ دوسری طرف یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کی آبادی جتنی ہے اس سے بھی کم ہو جائے۔ اس صورت میں کیا پاکستان کے اربابِ اقتدار اس ملک کا حشر فرانس سے بھی بدتر کر دینا چاہتے ہیں۔

---